تعزیراتِ اسلام

جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب - باغ - آزاد کشمیر

(۱۰)

تشریح:-

عصمتِ دم کا اعتبار فعلِ قتل کے وقت ہوگا۔

۱۔ قتل کے موجبِ قصاص ہونے کے لیے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مقتول کا صرف فعلِ قتل کے وقت اور صاحبینؒ کے نزدیک فعلِ قتل اور موتِ مقتول دونوں اوقات میں، معصوم الدم ہونا ضروری ہے۔

تمثیل:۔ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر لگنے سے قبل وہ مرتد ہوگیا۔ پھر اُس کو تیر لگا اور وہ مرگیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تیر مارنے والے پر دیت عاید ہوگی جو مرتد کے ورثا کو دیجائیگی اور اگر یہ قتلِ خطا ہو تو دیت اس کی عاقلہ پر ادا کرنا لازم ہوگی اور اگر عمداً ہو تو قاتل کے مال سے واجب الادا ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتول کی موت پر کہا جائے گا کہ قاتل کا فعل، فعلِ قتل تھا اور مذکورہ صورت میں قاتل سے سوائے تیر پھینکنے کے اور کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ اور مقتول کی موت پر معلوم ہوا کہ قاتل سے صادر ہونے والا فعل، فعلِ قتل تھا اور بوقت صدورِ فعل یعنی تیر پھینکنے کے وقت، مقتول معصوم الدم تھا، لہٰذا قاتل پر قصاص نافذ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن مقتول کے مرتد ہونے کی وجہ سے اس کی عصمت میں

شبہ پڑگیا، اس لیے قصاص ساقط ہوگا اور دیت عاید ہوگی۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ فعلِ قتل کا تعلق، قاتل اور مقتول دونوں سے ہے جس کا اثر مقتول کی موت پر ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا عصمت کا اعتبار بھی دونوں وقتوں میں کیا جائے گا۔[1]

لیکن تیر پھینکنے کے وقت مقتول حربی یا مرتد تھا اور تیر لگنے سے قبل وہ مسلمان ہوگیا۔ پھر اس کو تیر لگا اور وہ مرگیا تو صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا موقف قوی ہے کیونکہ اس صورت میں صاحبینؒ نے بھی تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار کرکے قاتل پر کوئی چیز عائد نہیں کی۔ اگر وہ موت کے وقت کا اعتبار کرتے تو قاتل پر قصاص لازم آنا چاہیے تھا۔

علاوہ ازیں صاحبینؒ کا امام صاحب کے ساتھ ان مسائل میں بھی اتفاق ہے کہ:۔

ایک شخص نے شکار کو تیر مارا مگر تیر پھینک کر شکاری مرتد ہوگیا پھر شکار کو تیر لگا تو یہ شکار کھایا جائے گا۔ (اگرچہ احتیاطاً نہ کھانا بہتر ہے)۔ اور ایک آدمی تیر پھینکنے کے وقت مجوسی تھا اور تیر مار کر وہ مسلمان ہوگیا پھر شکار کو تیر لگا تو یہ شکار نہ کھایا جائے گا[2] تو اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کا موقف زیادہ صحیح ہے۔

تشریح ۔ (ب) اگر کوئی شخص دوسرے مسلمان کو صرف زخمی کردے اور مجروح زخمی ہونے کے بعد مرتد ہوجائے۔ پھر وہ زخم کے سرایت کرجانے کی وجہ سے مرجائے تو اس صورت میں اس کا خون رائیگاں جائے گا۔[3] اس صورت میں مقتول، زخم کے سرایت کرجانے کی وجہ سے فوت ہوا ہے اور بوقت سرایت وہ مرتد ہوچکا تھا۔

تشریح ۔۱۔

مقتول قاتل کا جزء نہ ہو۔

(ا) مقتول اگر قاتل کا نسلی طور پر جزء ہو تو قصاص ساقط ہوگا۔ لہٰذا باپ یا دادا اگر بیٹے یا پوتے یا اُس کے نیچے کے آدمی کو قتل کردے۔ یا ماں یا دادی یا نانی اپنے بیٹے یا نواسے

---

[1] البدائع ص ۲۵۳ جلد ۷ [2] ایضاً

[3] البدائع ص ۲۵۳ جلد ۷۔

کو قتل کر دے تو قصاص ساقط ہوگا[۱]

یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام شافعیؒ بھی اس کی تائید فرماتے ہیں۔ مندرجہ ذیل دلائل اس مسلک کی بنیاد ہیں:۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لَا یُقْتَلُ وَالِدٌ بِوَلَدِہٖ" یعنی والد کو اپنے بیٹے کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حدیث کے مطابق فیصلہ بھی کیا ہے جس سے کسی ایک صحابی نے بھی اختلاف نہیں کیا جو اجماع کی دلیل ہے[۲]۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "لَا یُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِہٖ"[۳] یعنی بیٹے کے بدلے میں والد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ"[۴] یعنی تو اور تیرا مال، تیرے باپ کے لیے ہے۔ اس حدیث میں بیٹے کے مال اور اس کی ذات کو باپ کی ملکیت قرار دیا ہے، اور جس طرح غلام کے بدلے آقا کو قصاص کی سزا نہیں دی جاتی ۔ یہاں اگرچہ بیٹا باپ کا حقیقتہً مال نہیں ہے تاہم شبہ کو پیدا کرنے کی ایک معقول دلیل ہے اور شبہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے[۵]۔

۴۔ ایک اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَاِنَّ وَلَدَہٗ مِنْ کَسْبِہٖ ۔ ایک اور دوسری حدیث میں آتا ہے۔ اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ فَکُلُوْا مِنْ کَسْبِ اَوْلَادِکُمْ۔[۶]

مذکورہ احادیث میں اولاد اور اولاد کی کمائی کو باپ کا مال قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا قصاص کو ساقط کرنے کے لیے اسی قدر شبہ کافی ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " اگر (والدین) تیرے پاس (ہوں) ان میں سے ایک

---

[۱] احکام القرآن للجصاص ۔ ص ۱۴۴، ۱۴۵ جلد ۱

[۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً

یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں سو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور (ان کے لیے حق تعالیٰ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں (رحمت سے) پالا۔"

(بنی اسرائیل - آیت: ۲۴ - از بیان القرآن)

اس آیت میں اولاد کے لیے والدین کی اطاعت کو ہر حالت میں لازم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا والدین کو قصاص میں قتل کرنا اس کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لیے قصاص ساقط ہوگا۔ چنانچہ حنظلہ بن ابی عامر نے جب اپنے مشرک باپ کو قتل کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کر دیا حالانکہ وہ مشرک ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ بھی کرتا تھا اور قریش کے ساتھ مل کر غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے آیا تھا۔ اگر باپ کو قتل کرنا کسی حالت میں جائز ہوتا تو اس حالت میں باپ کو ضرور قتل کیا جاتا۔ مگر جب کہ اس حالت میں بھی باپ کو قتل کرنے کی اجازت آپ نے نہیں دی تو معلوم ہوا کہ باپ کو بیٹا کسی بھی حالت میں قتل نہیں کرسکتا۔ لہٰذا بیٹے کے بدلے باپ سے قصاص ساقط ہوگا۔ چنانچہ اسی احترام کی وجہ سے باپ کو بیٹے کے قرض کی وجہ سے قید نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ بیٹے پر تہمت زنا لگائے تو اس پر حدِ قذف جاری نہ ہوگی۔ اگر وہ بیٹے کا ہاتھ وغیرہ کاٹ دے تو باپ کے اسی عضو کو قصاص میں نہ کاٹا جائے گا۔[۱]

تشریح ۳ (ب)

حدیث "لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهٖ" میں لفظ والد اور ولد عام ہے۔ لہٰذا والد کا لفظ باپ، دادا، پردادا وغیرہ اوپر کے تمام افراد کو اور "ولد" کا لفظ بیٹا اور اس کے نیچے یعنی پوتا وغیرہ سب کو شامل ہے۔[۲]

---

[۱] احکام القرآن ص ۱۴۵ جلد ۱

[۲] البدائع ص ۲۳۵ جلد ۷

ج ۔ شق ۱ میں باپ وغیرہ مذکورہ افراد کو قصاص میں قتل کرنے پر وراثت بیٹے یا پوتے وغیرہ کو پہنچتی ہو تو اس صورت میں بھی قصاص ساقط ہوگا۔[1]

تمثیل :۔ ماں یا باپ میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اور ان کا ایک بیٹا ہے جس کو قصاص کا حق حاصل ہے مگر والدین کے احترام کی وجہ سے قصاص ساقط ہوگا۔[2]

تشریح ۹ ۔

قصاص لینے کے لیے محل قصاص کا وجود ضروری ہے۔

اگر مجرم فوت ہو جائے یا جرم ارتداد میں قتل ہو جائے یا کسی دوسرے قصاص میں قتل ہو جائے یا بغیر حق کے ہی قتل ہو جائے تو اس طرح کی جملہ صورتوں میں قصاص کا حصول ناممکن ہے لہٰذا قصاص ساقط ہوگا۔[3]

پھر اس طرح کے سقوطِ قصاص کے بعد آیا دیت اس کے ترکہ سے ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اِس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دیت واجب نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے۔ البتہ ان کے دوسرے قول کے مطابق دیت واجب ہوگی۔[4] ان دونوں حضرات کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ سزا صرف قصاص متعین ہے یا قصاص اور دیت دونوں میں سے کوئی ایک؟ پہلا موقف امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور دوسرا امام شافعیؒ کا۔ اس کی تفصیل تشریح ۱۳ میں آئے گی۔

تشریح ۱۰ (الف)

قصاص معاف کرنے کے احکام۔

۱۔ قصاص ولی جائز کے معاف کرنے سے ساقط ہوگا۔[5]

۲۔ ولی اگر بالکل معاف نہ کرے بلکہ مال لے کر قصاص ترک کرے تو بھی قصاص ساقط ہوگا اور مال

۱؎ البدائع ص ۲۳۵ جلد ۷ و ہدایہ ص ۵۶۳ جلد ۴

۲؎ ہدایہ حاشیہ ۹

۳؎ البدائع ص ۲۴۶ جلد ۷ ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً

واجب الادا ہوگا[۱]

۳۔ قصاص معاف کرنے کی صورت میں حاکم مجاز اگر کسی مجرم کے بارے میں یہ باور کرے کہ اس کی رہائی عام مسلمانوں کے حق میں اُس کو سزا دیے بغیر بہتر نہ ہوگی تو مستغیث مقدمہ کی حد تک قصاص ساقط ہوگا البتہ قاضی اس کے مخصوص حالات کے پیش نظر تعزیری سزا دینے کا مجاز ہوگا۔ یہ سزا سخت سے سخت بھی ہوسکتی ہے اور نرم سے نرم بھی۔

تشریح نمبر (ب):۔

قصاص کی سزا سے شریعت کا مقصد صرف مستغیث کی داد رسی ہی مطلوب نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں کے خون کی حفاظت بھی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" سے واضح ہے اس لیے عدالت مجاز عام مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے تعزیری سزا دینے کی مجاز ہوگی۔

تشریح نمبر (ج):۔

قصاص معاف کرنے کی شرائط:۔

قصاص معاف کرنے کے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:۔

اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی فوت ہوجائے تو قصاص معاف نہ ہوگا۔

۱۔ معاف کرنے والا صاحبِ حق ہو۔

۲۔ معاف کرنے والا عاقل ہو۔

۳۔ معاف کرنے والا بالغ ہو[۲]

تشریح نمبر (د):۔

مجروح کے معاف کرنے کا حکم

اگر معاف کرنے والا خود مجروح (زخمی) ہو تو مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۱۔ معاف کرنے کے بعد اگر مجروح تندرست ہوگیا ہو تو اُس کا معاف کرنا صحیح ہوگا۔

---

[۱] البدائع ص ۲۴۶ جلد ۷۔ [۲] ایضاً

۲۔ اگر معاف کرنے کے بعد زخم کے سرایت کر جانے کی وجہ سے مجروح فوت ہو جائے اور یہ قتل عمداً ہو تو دیکھا جائے گا کہ:۔

ا۔ اگر مجروح نے یہ کہا ہو کہ میں نے قتل یا زخم اور زخم سے پیدا ہونے والے اثر کو معاف کر دیا ہے تو یہ قتل معاف ہو گا۔[1]

ب۔ اگر اس نے صرف اتنا کہا ہو کہ میں نے زخم کو معاف کیا ہے تو اس صورت میں قصاص میں شبہ پیدا ہو گیا۔ جس سے قصاص تو ساقط ہو گا۔ البتہ دیت قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے اور صاحبین کے نزدیک قاتل پر کوئی چیز لازم نہ آئے گی۔[2]

۳۔ معاف کرنے کے بعد اگر مجروح زخم کے سرایت کر جانے کی وجہ سے فوت ہو جائے اور یہ قتل خطأً ہو تو دیکھا جائے گا کہ:۔

ا۔ اس صورت میں مرنے سے قبل اس نے یہ کہا ہو کہ میں نے قتل یا زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثر کو معاف کر دیا ہے تو یہ معاف کرنا صحیح ہو گا اور قاتل پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی۔ یہ صورت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مجروح صاحبِ فراش نہ رہا بلکہ چلتا پھرتا رہا ہو اور اسی حالت میں اس نے معاف کیا ہو۔[3]

ب۔ اگر مجروح چلنے پھرنے سے معذور تھا اور صاحب فراش ہی رہا ہو اور اسی حالت میں اس نے مذکورہ الفاظ کہہ کر قاتل کو معاف کیا ہو تو اس معافی سے قصاص تو ساقط ہو جائے گا البتہ دیت کے حق میں مکمل معافی نہ ہو گی، بلکہ تیسرے حصہ کی حد تک ہو گی۔ اور دیت کے دو حصے قاتل کی عاقلہ سے وصول کیے جائیں گے۔[4]

تیسرے حصے کی حد تک معافی اس لیے ہو گی کہ یہ مرض الموت میں مریض کا تبرع ہے جو ایک ثلث کی حد تک نافذ العمل ہو گا۔[5]

---

[1] البدائع ص ۲۴۹ جلد ۷ [2] ایضاً [3] ایضاً
[4] ایضاً [5] ایضاً

تشریح نمبر (۸)۔

ولی مقتول کے معاف کرنے کا حکم۔

ا۔ (ا) مقتول کی موت کے بعد اگر کوئی ولی مقتول صرف ایک فرد ہو تو اُس کے معاف کرنے سے قصاص معاف ہو جائے گا۔ اور قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی [۱]

(ب) اگر مقتول کی ولایت میں ایک سے زائد افراد ہوں اور ان میں سے اگر کوئی ایک بھی قصاص معاف کر دے تو قصاص ساقط ہوگا۔ البتہ سوائے معاف کرنے والے کے باقیوں کو ان کے حصّے کی حد تک دیت دی جائے گی [۲]

تشریح نمبر (۸ ج)

قصاص چونکہ قابل تجزی چیز نہیں ہے کہ معاف کرنے والے کی حد تک چھوڑ کر باقیوں کے لیے قصاص کی سزا نافذ کی جائے۔ اس لیے ایک کے معاف کرنے سے کلیتہً قصاص ساقط ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے بعض اولیاءِ مقتول کے معاف کرنے کی وجہ سے قصاص کلیتہً ساقط کر دیا تھا اور جنہوں نے معاف نہیں کیا تھا۔ ان کو اُن کے حصّہ کی دیت دی گئی تھی۔ اور ان حضرات نے یہ کام حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی موجودگی میں کیا تھا اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا یہ ایک اجماعی حکم کی حیثیت رکھتا ہے [۳]

نیز زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے کہ دوسرے کو قتل کر دیا تھا اور مقتول کے ورثا آپ کے پاس قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے اتنے میں مقتول کی بیوی نے کہا کہ " میں قصاص معاف کرتی ہوں "۔ یہ عورت قاتل کی بہن تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے " اللہ اکبر " کا جملہ کہتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت نے (قانونِ قصاص کے تحت ہونے والے) ایک مقتول کو آزاد کر دیا ہے "۔

---

[۱] البدائع ص ۲۴۹ جلد ۷

[۲] البدائع ص ۲۴۷ ج ۷، و عالمگیری باب الصلح والعفو

[۳] البدائع ص ۲۴۷ جلد ۷

ایک اور واقعہ میں بھی ایک مرد کے قتل کا مقدمہ آپ کے پاس دائر کیا گیا اور مقتول کی اولاد آپ کے پاس حاضر ہوئی - لیکن بعد میں بعض نے قصاص معاف کر دیا - اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ معاف کرنے والوں نے قصاص میں قتل ہونے کو روک دیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ (یعنی ابن مسعودؓ) ایسی تھیلی ہے جو علم سے بھرپور ہے[1]

۲ - مقتول کی موت سے قبل ولی کا معاف کرنا -

ا - زخمی ہونے کے بعد ابھی وہ فوت نہیں ہوا تھا کہ ولی نے قصاص معاف کر دیا تو اس صورت میں قصاص معاف ہو گا اور قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہو گی -

تشریح (د)

اس صورت میں مرنے سے قبل ولی کا معاف کرنا بظاہر صحیح نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ قصاص کا حق مرنے کے بعد ولی کو ملتا ہے - مگر چونکہ سببِ موت موجود ہے جس کو قتل کے قائم مقام کر کے اس پر قتل کا حکم لگا دیا گیا ہے جیسا کہ فقہاء نے نوم (نیند) کو حدث کا قائم مقام کر کے اس پر حدث یعنی بے وضو ہونے کا حکم لگایا ہے -

۳ - لفظ معافی کے بجائے لفظ صلح کا استعمال -

اگر مجروح نے لفظ معافی کے بجائے لفظ صلح استعمال کیا ہو تو دیکھا جائے گا کہ :-

ا - اگر مجروح یہ کہنے کے بعد تندرست ہو گیا ہو تو صلح صحیح ہو گی خواہ قطع یا جراحت عمداً ہو یا خطاءً -

ب - اگر زخم کے سرایت کرنے کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا ہو تو پھر اگر اس نے یوں کہا ہو کہ " میں نے قتل یا زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثر پر صلح کی ہے تو یہ صلح صحیح ہو گی - اگر اس نے قتل یا زخم کے اثر کا ذکر نہ کیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ صلح صحیح نہ ہو گی اور عمد کی صورت میں قاتل کے مال سے پوری دیت وصول کی جائے گی اور خطاء کی صورت میں مالِ صلح واپس کیا

---

[1] المغنی لابن قدامہ ص ۳۸۹ جلد ۹

جائے گا اور پوری دیت قاتل کی عاقلہ پر واجب الادا ہوگی[1]

۴۔ ایک قاتل کو معاف کرنے سے اس کے شریک سے قصاص ساقط نہ ہوگا۔

تشریح دفعہ ۱۱ (الف) :-

اگر ایک سے زائد افراد نے مل کر قتل کیا ہو اور ولی مقتول اگر ان میں سے کسی ایک کو معاف کر دے تو اس سے دیگر شرکاء سے قصاص ساقط نہ ہوگا[2]۔

تشریح دفعہ ۱۱ (ب) :-

قصاص معاف کرنے کا قرآن میں حکم۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"پھر جس کو معاف کیا جائے اپنے بھائی کی طرف سے کچھ بھی، تو تابعداری کرنی ہے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قاتل کو اس کے فریق مقدمہ کی طرف سے کسی حد تک معافی ہو جائے (یعنی پوری معافی نہ ہو) تو قاتل سے قصاص تو ساقط ہو جائے گا، البتہ خون بہا کی رقم مقررہ مقتول کے ولی کو قاتل ادا کرے گا۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے :-

"ہم نے نفس کے بدلے نفس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر جو کوئی معاف کر دے تو معاف کرنے والے کے لیے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا" (المائدہ : ۴۵)

اس آیت سے مکمل معاف کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

تشریح دفعہ ۱۱ (ج)

معاف کرنے کے بعد مجرم کو قتل کرنا موجب قصاص ہوگا۔

۱۔ اگر ولیٔ مقتول ایک شخص ہو اور وہ قصاص معاف کرنے کے بعد پھر قاتل کو قتل کر دے

---

[1] البدائع ص ۲۴۹ جلد ۷

[2] البدائع ص ۲۴۷ جلد ۷

تو اُس سے قصاص لیا جائے گا۔[1]

۲۔ اگر وارث مثلاً دو آدمی تھے جن میں سے ایک نے قاتل کو معاف کر دیا لیکن دوسرے نے اُس کو قتل کر دیا تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس نے اگر باوجود یہ جاننے کے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے، قتل کیا ہو تو اُس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ البتہ اس کو قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر اس کو حرام ہونے کا علم نہ تھا تو اس صورت میں اُس کے مال سے اس پر دیت واجب ہوگی خواہ اس کو عفو کا علم ہو یا نہ ہو۔[2]

(باقی)

---

[1] البدائع جلد ۷، ص ۲۴۷

[2] عالمگیری۔ کتاب الجنایات، باب الصلح والعفو۔